وآت ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا

رشتہ داروں اور مسکین کو اس کا حق دو اور مسافر کو بھی اور بے جا خرچ نہ کرو

(سورۃ بنی اسرائیل 26)

رشتہ داروں کے

حقوق و فرائض

ویمن کمیشن جماعت اسلامی پاکستان

منصورہ ملتان روڈ لاہور فون نمبر:042-5419520

پیش لفظ

انسان مدنی الطبع ہے وہ زندگی گزارنے اور معاملات زندگی کو چلانے کے لئے رشتوں کا محتاج ہے۔انسان کی اس فطرت کا مکمل اور بھرپور اظہار اس واقع سے ہوتا ہے جب اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے ساتھ ہی ان کا جوڑا ان ہی سے حضرت حواؑ اور پھر بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا کر نسل انسانی کا سلسلہ چلایا۔خطبہ نکاح کی پہلی آیت اس واقعہ کی یاددہانی ہے

ایک میاں بیوی اور نئے گھر کو ان کا نسب اور سسرال کے بنیادی ستون مل کر بڑے اور مضبوط خاندان میں ڈھالتے ہیں اور دونوں بقائے انسانی کے امین ہیں۔ اس طرح ایک اور خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ جو رحم کے حوالے سے اپنے تعلقات جوڑتے ہیں اور ان تعلقات کو نبھانے کا حکم اللہ نے دیا ہے

انسان اپنی بنائی ہوئی دوستی اور تعلق کو نبھانے میں ہزاروں قربانیاں دیتا ہے کہ اللہ تعالی کے لازم کئے ہوئے رشتہ داروں کے حقوق سے پہلو تہی کرنے کے سو بہانے تلاش کرتا ہے۔ خاندان اور اقرباء کے تعلقات میں خرابی کا منطقی نتیجہ معاشرے کا بگاڑ ہے۔اگر مرد اور عورت معاشرے میں اپنی حیثیت کو پہچانیں اور حقوق و فرائض کی ادائیگی میں جان ومال کی قربانی دیں تو بہت جلد بگاڑ کا رخ اصلاح کی طرف پلٹ جائے گا۔انسان کا خاندان سے تعلق، اس کی محبت اور خدمت گھر سے شروع ہو کر بالآخر پورے معاشرے کو مستفید کرتی ہے۔

دین اسلام رشتہ داری کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کو "صلہ رحمی" جیسی خوبصورت اصطلاح سے تعبیر کرتا ہے اور صلہ رحمی کرنے والے کو جنت اور طوالت عمر کی بشارت دیتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ سچی مومنہ اور صالح خاتون تھیں وہ اپنے تمام اعزاءواقرباء سے بہت محبت کرتی تھیں۔اپنی خوش دامن فاطمہ بنت اسد کو اپنی حقیقی ماں کی طرح جانتیں اور دل و جان سے ان کی خدمت کرتی تھیں۔خود حضرت فاطمہؓ بنت اسد کا بیان ہے" جس قدر میری خدمت حضرت فاطمہؓ نے کی ہے شائد ہی کسی بہو نے اپنی ساس کی کی ہو۔"

ویمن کمیشن جماعت اسلامی نے اس اہم موضوع پر ڈاکٹر زیتون صاحبہ (ڈپٹی ڈین فیکلٹی آف عریبک) کو دعوت خطاب دی۔انہوں نے انتہائی سادہ انداز اور قرآن وسنت کی روشنی میں حقوق وفرائض کے ساتھ عملی زندگی کے مسائل میں اس بہترین رویے کی طرف رہنمائی کی ہے۔جس کی بنیاد عدل سے آگے بڑھ کر احسان پر ہے۔

هِلِ جِزَاءِ الاِحْسَانِ اِلاَّ الاِحْسَانُ (سورۃ رحمان:60)

ترجمہ: نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہوسکتاہے

نیکی اور احسان کی یہ روش گھروں اور خاندان سے آگے بڑھ کر اسلامی انقلاب کا راستہ ہموار کرتی ہے۔

اللہ تعالی ہمارے معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔آمین

والسلام: عافیہ سرور

کنوینئر

ویمن اینڈ فیملی کمیشن

رشتہ داروں کے حقوق و فرائض

اسلام نے معاشرے کی بنیاد خاندان اور اس کے خوشگوار تعلقات پر رکھی ہے۔معاشرہ اور سوسائٹی ہمارے خاندانی زندگی کے نظام کی وجہ سے ہی قائم ہے۔اگر اس میں حسن توازن کے ساتھ حقوق و فرائض کی ادائیگی کی فکر ہے تو معاشرہ خوشگوار اور پر سکون ہے لیکن جہاں اس میں عدم توازن آباد ہیں معاشرے میں ابتری پھیل جاتی ہے۔

اسلامی معاشرہ میں ایک مسلمان پر اہل قرابت کے درجہ بدرجہ حقوق ہیں۔اس میں سب سے پہلے ہم نے اس کا جائزہ لینا ہے کہ اقارب سے مراد کیا ہے؟ عربی میں اقرباقریب کی جمع ہے اور قریب اس کو کہتے ہیں جو آپ کے قریب ترین ہو۔ اس لفظ کو ہم اردو میں بھی استعمال کرتے ہیں کہ فلاں ہمارے قریب ترین ہے ہمیں اس سے محبت ہے وہ میری بہترین دوست ہے اور اس کی ناراضگی کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتی۔ خواہ ہمارا اس سے خون کا رشتہ بھی ہولیکن ہم ان عزیزو اقارب کو دیکھیں جنہیں اللہ تعالی نے اقرباء کہا ہے ہمارا رشتہ دار بنایا ہے ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زیادہ زور دیا ہے لیکن ہمارا عمومی رویہ یہ ہے کہ ہم ان کی پروا نہیں کرتے ان کے حقوق کی ادائیگی میں اکثر کوتاہی کر جاتے ہیں۔اور ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

ان کے حقوق خدا نے مقرر فرمائے ہیں اور بار با تاکید کی ہے کہ ان سے بے نیازی نہ دکھا ان کے حقوق سے غفلت خدا کی نافرمانی اور مصیبت اور ان کے حقوق کی نگہداشت در اصل خدا کی فرمانبرداری ہے لیکن ہم پر بھی انہیں وہ درجہ نہیں دیتے ہم سمجھتے ہیں وہ ہم سے دور ہیں لیکن ہم اگر واقعی انہیں اپنا سمجھیں اپنے سے قریب تر محسوس کریں تو ہم

انہیں اپنے کھانے پینے میں شریک کریں۔خوشی غمی میں شریک کریں۔ میل ملاقاتیں تحفے تحائف ہر قسم کی مدداور تعاون مہیا کریں۔ اخلاقی، مالی اور معاشرتی سہارادیں ان کی ضروریات اور احتیاج کو پورا کریں اور ان کیلیئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں تو معاشرہ میں بھی وہ بگاڑ پیدا نہ ہووہ قتل و غارت گری اور فتنہ فساد نہ ہو۔وہ حرص وہوس، خودغرضی اور لالچ نہ ہو جس کی تصویر آج ہمیں قدم قدم پر دیکھنے کو مل رہی ہے اوروہ مکمل اور جامع اور پاکیزہ معاشرہ قائم ہو جائے جو رسول خدا ﷺنے مدینہ النبی ﷺمیں قائم کیا۔

مکہ میں کفار نے آپ ﷺاور آپ ﷺکے پیروکار پر جوروستم کی انتہا کر دی تھی اور جب وہ اللہ تعالی کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جاتے ہیں تو انصار جوان کے لیے بالکل نئے اور اجنبی لوگ تھے ان کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے ہیں۔اللہ کی خاطر ان کو بھائی بنالیتے ہیں۔اپنا مال جائیداد اور گھر بار تقسیم کر دیتے ہیں۔کاروبار میں شریک کر لیتے ہیں حتی کہ اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہیں تو ان کیلیئے ایک کوطلاق دینے کیلیئے تیار ہے تاکہ وہ اس سے نکاح کرلیں۔لیکن صرف ایک احساس کی وجہ سے اخوت محبت اور قرب کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو آج ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہی احساس قربت ہے اسی کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔کہ جن رشتوں کو اللہ تعالی نے ہمارے قریب کیا ہے ان ہی سے باہمی قربت الفت و محبت کے جذبات کو ابھارتا ہے ان کے حقوق ادا کرنے میں فیاض اور فراخدل بنتا ہے۔

قریب ترین رشتہ داروں کی فہرست میں وہ سارے رشتہ دار آتے ہیں جو ہمارے قریب ترین ہیں خواہ ننھیال یاددھیال خواہ سسرال کی طرف سے ہوں ہیں تو سب قریبی رشتہ

دار۔اللہ تعالی سورہ نحل میں ارشاد فرماتے ہیں ”اللہ عدل اور احسان اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے“۔یعنی عدل سے مراد انسانوں کے حقوق میں توازن و تناسب قائم کرتا ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق ٹھیک بے لاگ طریقے سے دیا جائے اور احسان یہ ہے کہ خودکم پر راضی رہ کر دوسرے کو اس کے حق سے بھی زیادہ دے دیا جائے کہ اس کے ساتھ فیاضی اور فراخدلی کا معاملہ کیا جائے اور رشتہ داروں چونکہ عام لوگوں کے مقابلے میں ہمارے سلوک تعاون اور امداد کے زیادہ مستحق ہیں تو ان کے حقوق کی ادائیگی کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔کیونکہ خدا کا قانون اور اس کے احکامات ہمیں اس بات کا پابند کرتے ہیں کہ ہم ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں فراخدلی سے کام لیں اور ان کا حق تسلیم کرتے ہوئے ان کی مدد کریں۔

معاشرہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو ہمیں جو صورتحال گھروں میں دکھائی دیتی ہے وہ یہ کہ ہم سسرال والوں کو دوسرے درجے کی حیثیت دیتے ہیں یعنی جیسے کسی ملک میں سیکنڈ کلاس شہری ہوتے ہیں تو ایسے ہی ہمارے ہاں سسرال والوں کو سیکنڈ کلاس شہری سمجھا جاتا ہے۔انہیں ہم کبھی بھی اپنا نہیں سمجھتے اپنے قریب نہیں کرنا چاہتے اور نہ ان کے قریب جانا چاہتے ہیں۔چاہے وہ میں ہوں یا آپ یا کوئی اور اگر ہم اپنے دل میں جھانکیں تو ہمیں محسوس ہوگا کبھی ہم نے اپنی ساس کووہ درجہ نہیں دیا جو ہم اپنی ماں کو دیتے ہیں۔ساس کبھی بہو کو وہ درجہ نہیں دیتی جو بیٹی کو دیتی ہے جس کیلئے وہ بہت قربانیاں بھی دیتی ہے۔ہم لاکھ زبان سے نہ نہ کریں کہ ہم ایسے نہیں اور ہو سکتا ہے کچھ مثالیں ہوں بھی لیکن زیادہ تر ایسی ہی صورتحال ہے یہ نا قابل تردید حقیقت ہے۔جب ہم اس حقیقت کو تسلیم کرلیں گے تب ہی

اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے طرز عمل میں کیا خامیاں اور کمزوریاں میں جو اصلاح طلب ہیں۔ ہمیں اس کی طرف توجہ دینی چاہئے اور اپنا محاسبہ کرنا ہے۔ہم دیکھتے ہیں اسلام میں یا قرآن پاک میں کہیں تناسخ نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

وهو الذي خلق الماء بشراء فجعله نسياوصهرا (سوره فرقان)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس سے نسب اور سسرال سے دو الگ الگ سلسلے چلائے

نسیاوصهرا واؤ جمع کیلئے آیا ہے جس میں تمام فعل بھی جمع ہو گئے تمام حقوق اور تمام اعمال بھی جمع ہو گئے کسی قسم کی کوئی تفریق یہاں نظر نہیں آتی ہے۔ ساری تفریق ہمارے ذہن کی پیدا کردہ ہے۔ قرآن نے تو واضح کر کے بتادیا مگر ہم اسے الجھاتے ہیں۔اس آیت پر عمل نہیں کرتے۔اس آیت پر غور کرنے پتہ چلا ہے کہ نہ تو گھر میں دونوں رشتوں کو برابر کی حیثیت دی دونوں برابر برابر چلتے ہیں ایک نسب کی طرف سے چلتا ہے تو دوسرا سسرال کی طرف سے۔

نسب کا مطلب ہے منسوب کرنا۔یعنی نسب میں کسی خاص رشتے ملک یا چیز سے منسوب کیا جا تا ہے۔نسبت دی جاتی ہے۔دوسری چیز ہے صہرا، اس کا مطلب ہے بگھلانایعنی قریب ونزدیک ہونا۔ غور کرنے کی بات ہے ایک طرف تو منسوب کیا جارہا ہے اور دوسری طرف قریب اور نزدیک کیا جارہا ہے۔پھر اسی سے ہم کہتے ہیں حماۃ ساس کیلئے آتا ہے اور حمو سسر کیلئے آتا ہے۔یعنی قریب اور نزدیک کیلئے استعمال ہوتا ہے۔اب نکاح کے ذریعے اور ازدواجی تعلقات کے ذریعے آپ کا اور ان کا رشتہ قریب تر ہو گیا ہے۔یعنی ایک طرف نسب کی

وجہ سے قریب تو دوسری طرف از دواجی تعلقات کے بعد قریب ہوگئے ہیں۔یعنی دونوں بالکل برابری کی سطح پر قریب ہیں اور دونوں میں کوئی کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔

نسب اور صہرا قرآن پاک میں برابر آیا ہے۔اسی طرح آپ کا نسب دونوں طرف برابر چل رہا ہے۔ایک طرف والد اور والدہ سے۔والد کی طرف سے دادا دادی ہیں تایا تائی ہیں چاچا اور پھوپھی ہیں اور پھر آگے ان کی اولادیں۔والدہ کی طرف سے جونسب چل رہا ہے اس میں نانانانی ہیں ماموں خالہ اور پھر ان کی اولادیں۔پھر صہر ہیں اسی طرح نسب چلتا ہے۔ساس ہے سر ہے۔نسب آپ کا ان ہی سے چلتا ہے آپ کے بچے ان ہی کی اولاد ہیں ۔پھر اسی نسب میں آپ کے جیٹھ، اور دیور اور نند آجاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی اولاد اور عزیز واقارب ، دونوں جگہ Balance ہے۔بالکل برابر کی حیثیت ہے بس فرق یہ کہ ایک نسب سے چل رہا ہے دوسرا صھر سے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان دونوں میں اللہ تعالی نے کوئی فرق نہیں کیا بڑی وضاحت سے کہہ دیا کہ دونوں رشتے ہیں اور دونوں برابر ہیں۔اور دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی نسب کا چلنا۔غور کرنے کی بات اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان رشتوں میں کوئی فرق نہیں پیدا کیا کہ قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے فرما دیا گیا کہ دونوں رشتے برابر کی بنیاد پر ہیں اور دونوں کا مقصد ہے نسب کا چلنا اور دونوں سے انسان کا نسب چلتا ہے یعنی یہ سب ہمارے قریب ترین رشتے ہوئے اور یہ ہمیں معلوم ہے کہ قرآن پاک میں رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی پر کتنا زور دیا گیا ہے۔بار بار اس کی تاکید آئی ہے۔وبالوالدين إحسانا بذي القربى۔یعنی میاں بیوی کا ذکر آیا ساتھ ہی اقربا کا بھی ذکر ہے۔یہ نہیں کہ صھر کا لفظ

درمیان میں آیاہو یاوالدین کے بعد درجہ بدرجہ اقارب کا ذکر کیا گیا ہو۔ جس طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے وہیں اقربا کے ساتھ بھی حسن سلوک پر اصرار ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم والدین کے ساتھ تو بہترین سلوک کریں اورا قربا کو چھوڑ دیں کہ ان سے تو ہمارا خاص تعلق نہیں جہاں آپ والدین کو مال دیتے ہیں واعطی المال علی حبه، جہاں اللہ کی محبت میں آپ مال دیتے ہیں غریبوں یتیموں اور مسکینوں کی مالی امداد کرتے ہیں وہاں عزیز واقارب کا بھی حق بنتا ہے کہ آپ اپنےمال سے ان کا حصہ نکالیں آپ کے مال پر ان کا پوراحق ہے۔

اب اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ جب کسی چیز کاخصوصیت سے ذکر کرنا ہوتو عربی کی اصطلاح میں نام لے کرکہا جاتا ہے۔یہی طریقہ اردو زبان میں بھی رائج ہے۔ اگرخصوصًاذکرنہ کرنا مقصود ہوتو نام نہیں لیا جاتا بلکہ اسم ضمیر سے کام چلایا جاتا ہے کہ اس نے کہافلاں نے کہا وغیرہ لیکن جہاں بھی نام آئے گا۔وضاحت آئے گی وہیں تاکید آجائے گی۔اب دیکھیں یہاں تاکید آئی ہے بذی القربی قرابت والے۔اب یہاں پر تخصیص نہیں کہ کون سے رشتہ دار ماں،ساس،بہن،بھائی یا سسرال والے، بس حق ادا کرنا ہے یہ کسی حق کسی بھی طرح ادا ہوسکتا ہے۔قول سے بھی فعل سے بھی اور مال سے بھی وآت ذی القربی حقه "اور عزیز واقارب کو ان کا حق دو" اس آیت میں کسی انداز سے تاکید کی گئی ہے پہلے توحکم دیتے ہوئے فعل امر استعمال کیا گیا ہے۔آتی ذی القربی قریب والوں کو اس میں قریب ترین سارے عزیزواقارب جمع کردے۔یعنی اس سلسلے کے جتنے بھی احکامات آئے ہیں ان

میں صرف والدین اور ددھیال یا ننھیال رشت دار نہیں کہا گیا کہ تینوں کو جمع کردیا گیا ہے۔ تینوں کو ایک ہی لیول پر رکھا گیا ہے۔

یہ ہی عدل و انصاف کا تقاضا ہے اس کے بعد فرمایا گیا آتی ذي القربا حقه والمسكين کو دی گئی اگر آپ کچھ دے رہے ہیں تو پہلا حق رشتے داروں کا ہے پھر درجہ بدرجہ مسکین، یتیم اور مسافر کا۔ایسانہیں ہوسکتا کہ اگر رشتہ دار غریب مسکین اور ضرورت مند ہیں تو آپ ان کاحق ادانہ کریں۔والدین یا اولاد کا حق ادا نہ کریں اور انفاق فی سبیل اللہ کرتے رہیں ۔نہیں قرآن کی واضح ہدایت ہے کہ پہلے اہل قرابت کا حق ادا کریں۔پھر درجہ بدرجہ انفاق فی سبیل اللہ کردیں۔قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتم والمسکین وابن السبیل اس میں حرف ما جو آیا ہے وہ عربی میں عام چیز کیلئے آتا ہے یعنی وہ چیز جو فرض نہیں ہے۔ ما انفقتم جو مال بھی تم خرچ کرو۔یہاں مال میں ہر چیز آگئی۔ مثلاً کپڑے ،جوتے ،برتن اور ضرورت کی تمام تر اشیاء دنیا کی ہر چیز اس مال میں شامل ہے۔ زکوۃاس میں شامل نہیں ہے۔کیونکہ زکوۃ کاحکم آتا ہے۔

وہاں خاص الزکوۃ استعمال ہوتا ہے۔جسے اقیموا الصلوۃ وآتو الزکوۃ گر مانفقتم من خیر فللوالدین یعنی جو مال بھی تم خرچ کرو اس میں پہلاحق والدین کا ہے والاقربین ان کے فوراً بعد فرمایا کبھی ایسا ہوتا ہے ہم نئے نئے کپڑے بنوائیں تو خیال آتا ہے کی ضرورتمند کیلئے بھی بنوادیں ثواب ملے گا اور والدین کے بارے میں ہم نہ سوچیں کہ انہیں بھی ضرورت ہے ۔نہیں پہلے والدین کی ضرورت پوری کریں پھر اقرباء کی اس کے بعد درجہ بدرجتنی آپ کی استطاعت ہے یعنی ہم مال خرچ کرنے میں خدا کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق چلیں۔خیرات

اور صدقات کے جذبہ میں اندھادھند دوسروں کی تو مدد کی جارہی ہے مگر ماں باپ اور رشتے داروں کو بھلا دیا ہے۔خدا کی خوشنودی اسی میں ہے پہلے ان پر خرچ کیا جائے جو اولین مستحق ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کو مال و دولت سے نواز رکھا ہے۔تو آپ کو وصیت کرنی چاہیے ۔ضروری نہیں ہے کہ وصیت بستر مرگ پرہی کی جائے کسی سفر پر جانے سے پہلے یا پھر بغیر کسی وجہ کے بھی وصیت کی جاسکتی ہے۔وہاں بھی علم میں ہوتا ہے۔الوصية للوالدين والاقربين کو والدین کو بھی دیدواپنے مال سے اور عزیز واقارب کا حصہ بھی رکھو۔ اس کے بعد اللہ کی راہ میں دینا چاہئے۔اس کے علاوہ مال غنیمت میں بھی عزیز و اقارب حصہ دار ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

وان لله خمسه للرسول ولذي القربى اب یہاں اقربا سے حسن سلوک میں ساری چیزیں آگئیں حسن سلوک تو ہے ہی پھر اپنا مال بھی ان کو دیتا ہے۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی بھی کرنی ہے اگر آپ کے پاس زائد از ضرورت مال ہے اور آپ اللہ کے راستے میں صدقہ و خیرات کرنا چاہ رہے ہیں تو اس میں بھی اقرباء کا حق پہلے ہے اور مال غنیمت بھی کہیں سے ملتا ہے تو اس پر بھی ان کا ہے اور اقربا کے حق صرف اسی حد تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کی اصلاح کرنا ان کو سیدھا راستہ دکھانا بھی آپ کا فرض اوران کا حق ہے۔وانذر عشرتک الاقربین یعنی جہاں آپ عام لوگوں کی تبلیغ و اصلاح کا کام کررہے ہیں اس میں بھی سب سے زیادہ حقدارآپ کے عزیز واقارب ہیں۔اگر آپ نے اپنے عزیز واقارب کی اصلاح کیلئے کام نہیں کیا ان کو نصیحت نہیں کی ان کی بھلائی نہیں چاہی ان پر محنت نہیں کی تو آپ نے حقوق پوری طرح ادانہیں کئے۔

جہاں آپ مال کے ذریعے اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے ان کی اصلاح احوال کررہے ہیں۔وہیں ان کی دینی اور فکری اصلاح میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری ہے۔اگر ہمیں اقربا کے حقوق کے بارے میں بہت زیادہ علم نہیں ہے لیکن میں آپ کو صرف یہ حدیث ہی سنادوں کہ انصراخاك ظالما اور مظلوما یہ ہی ہر چیز پر بھاری ہوگی اس میں انصر فعل امر ہے۔یعنی حکم دیا جارہا ہے کہ" تم اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم" اب یہ ظالم اور مظلوم کے الفاظ تقریباً دنیا کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیتے ہیں۔

اب ایک بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ مظلوم کس لحاظ سے ہوسکتا ہے۔صرف یہ نہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کے ساتھ سخت زیادتی کی اور بے اندازہ تکلیف پہنچائی تو وہ ظالم اور مثلاً کسی کو کھانے کی ضرورت ہے اور اسے کھانا میسر نہیں تو وہ مظلوم ہے کسی کو تن ڈھانکنے کیلئے کپڑا چاہیے اور وہ اسے نہیں مل رہا تو اسے بھی مظلوم کہا جائے گا اور کسی کو سر چھپانے کیلئے رہائش کی ضرورت ہے وہ اسے فراہم نہیں کی جارہی تو اسے بھی مظلوم سمجھا جائے گا اور اسے جذبات تسلی پیار ومحبت اور سکون کی ضرورت ہے اور وہ اس سے محروم ہے تو وہ بھی مظلوموں میں شمار کیا جائے گا۔اور بالکل اس طریقے سے ظالم ہر وہ شخص ہے جو کسی طریقے سے ظلم کر رہا ہے۔اب اگر ہم تمام چیزوں کو چھوڑ دیں کہ ہمیں علم نہیں ہے اور صرف ایک چیز کو دیکھیں تو حقوق کی ادائیگی کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ نے مظلوم کی مدد کرتی ہے۔جس چیز کی اسے ضرورت ہے وہ آپ اسے مہیا کریں گی اس کی کفالت کریں گی مالی امداد کی ضرورت ہے تو وہ دیں گے ضروریات زندگی کھانا، کپڑا، رہائش کی احتیاج ہے تو وہ مہیا کریں گی۔فکری، اصلاحی، ذہنی تربیت کی ضرورت ہے تو بھی اس کی مدد

کریں گی۔اسے آسانیاں فراہم کریں گی غرض جس طریقے سے بھی اس کی ضرورت کو پورا کریں گی تب ہی وہ ظلم سے محفوظ رہ سکے گا۔مظلوم کی تو یہ مدد ہوگئی۔

اب ظالم کی مدد کس طرح ہو۔ظالم ہر وہ شخص ہے جو کسی بھی طریقے سے کسی دوسرے شخص کی حق تلفی کرتا ہے۔اب اس میں وہ شوہر بھی ظالموں میں شمار ہوگا جو اپنی بیوی کا حق ادا نہیں کرتا یہی صورتحال ہے بیٹے کی اگر وہ ماں کا حق ادا نہیں کرتا اسی طرح بھائی بہن کے حقوق غصب کرتا ہے ، وہ ظالموں میں سے ہے ٹھیک اسی طرح بیوی شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرتی ماں بچے کی تربیت کا حق ادا نہیں کرتی یا بہن بھائی کا حق نہیں دے رہی تو ان سب کو بھی ظالموں کی فہرست میں رکھا جائے گا۔اس طرح جتنے رشتے ہیں اگر وہ اپنے اپنے محاذ پر حقوق ادا نہیں کر رہے تو ظالم ہیں کیونکہ اس طریقے سے وہ دوسرے پر ظلم کرنے کے مرتکب ہورہے ہیں۔ظالم اور مظلوم لازم وملزوم ہیں اور ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔جس کا حق مارا جا رہا ہے اسے مظلوم کہاجائے گا اور جو حق غصب کر رہا ہے تلف کر رہا ہے ظاہر ہے کہ وہ ظالم ہے اب ظالم کی مدد کس طرح کیا جائے حدیث میں ہے کہ" ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روک دیا جائے۔"اب اگر شوہر بیوی پر ظلم کرتا ہے تو اس کی ماں اس کو اس فعل سے روک دے یا ساس منع کرے یہ اس شوہر کی مدد ہوگی کہ اس نے ظالم کوظلم کرنے سے بچالیا۔اسی طرح اگر بیٹاماں کی خدمت نہیں کر رہا اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہا ہے تو کوئی دوسرا اگر اس کو اس کے طرز عمل کی برائی کا احساس دلا کر اسے ایسا کرنے سے روک دیتا ہے تووہ اس کو ظلم کرنے کے گناہ سے بچالیتا ہے۔اسی طریقے سے سارے رشتوں کی درجہ بندی کر سکتے ہیں اگر کوئی بہو ساس

کی نافرمانی کرتی ہے بے ادبی وبد تمیزی سے پیش آتی ہے اس کی خدمت نہیں کرتی اس کا حق ادا نہیں کرتی اس کے ساتھ زیادتی کرتی ہے اگر آپ نے اسے عار دلائی اور وہ اپنے افعال پر نادم ہوکر تائب ہوگئی تو اس کا مطلب ہے آپ نے اس کی مدد کی اس کو ظلم سے روک کر اللہ کی نافرمانی سے بچا لیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث پورے خاندانی نظام کا احاطہ کر لیتی ہے۔پوری خانگی زندگی پر حاوی ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ کوئی بھی مظلوم اس وجہ سے ہوگا کہ اس کی حق تلفی ہوئی خواہ وہ کسی بھی لحاظ سے ہو اور جس نے حق تلفی کی وہ ظالم کہلائے گا۔خواہ یہ حق تلفی کسی بھی لحاظ سے ہو کسی بھی نوعیت سے ہو کسی بھی رشتے سے ہو صرف لڑائی جھگڑ ا فتنہ فساد میں ہی ظالم اور مظلوم نہیں ہوتا اور نہ صرف حکومت کی پالیسیوں حکمرانوں یا سیاسی نظام کی خرابیوں کے باعث ہی کوئی ظالم اور مظلوم ٹھہرتا ہے بلکہ یہ سلسلہ تو زندگی کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ظالم اور مظلوم میں کسی نہ کسی رشتے سے کسی نہ کسی سطح پر ہم سب شامل ہیں آپ بھی،میں بھی۔

حدیث ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ”جس شخص نے تین بہنوں یا تین لڑکیوں کی سرپرستی کی انہیں تعلیم و تربیت دی ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا یہاں تک کہ اللہ تعالی انہیں بے نیاز کردے تو ایسے شخص کیلئے جنت واجب ہے۔“

حقوق وفرائض لازم وملزوم ہیں جہاں حقوق ہوتے ہیں۔وہاں فرائض بھی ہوتے ہیں ۔ایسانہیں ہے کہ انسان کے حقوق ہی حقوق ہوں اور فرائض نہ ہوں یا صرف فرائض اور ذمہ داریاں ہوں اور حقوق نہ ہوں۔اس طرح سب انسانوں کے آپس میں حقوق وفرائض

ہیں جو ایک شخص کا حق ہوتا ہے وہ دوسرے کا فرض ہوتا ہے اور ہر رشتے میں حقوق و فرائض ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔خواہ وہ رشتہ والدین اور اولاد کا ہو، شوہر بیوی کا ہو، استاد شاگرد کا ہو، آجر اور اجیر کا ، ساس بہو یا نند بھاوج کا ،کوئی بھی رشتہ ہو حقوق وفرائض ساتھ ساتھ چلیں گے ایک کا حق دوسرے کا فرض کی شکل میں مثلاً۔

- ✓ بیوی کا حق ہے کہ اس کا حق ملے تو شوہر کا فرض ہے کہ وہ یہ حق ادا کرے۔
- ✓ شوہر کا فرض ہے کہ وہ نان نفقہ دے تو بیوی کا حق ہے کہ وہ نان نفقہ وصول کرے۔
- ✓ شو ہر کا فرض ہے کہ وہ بیوی ظلم سے اجتناب کرے اور بیوی کا حق ہے کہ اس پر ظلم نہ کیا جائے۔
- ✓ اگر شوہر ایک سے زیادہ شادیاں کرتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ عدل و انصاف سے کام لے اور بیوی کا حق ہے کہ عدل نہ ہو تو خلع لے سکتی ہے۔
- ✓ شوہر کا فرض ہے کہ وہ بیوی کوعزت و احترام دے بے جا مار پیٹ اور بدتمیزی نہ کرے یہ تو بیوی کا حق ہے کہ اس کو عزت ملے۔
- ✓ اس طرح بیوی کا حق ہے کہ اسے شوہر کی وراثت میں سے حصہ ملے یہ نہیں کہ شوہر عاق کر دے اور اس کا حصہ اولاد کو دیدے ایسا نہیں ہوسکتا بیوی کو وراثت میں حصہ ہے وہ اسے ملے گا۔
- ✓ پھر بیوی کے جو فرائض ہیں وہ شوہر کے حقوق ہیں اس کا فرض ہے شوہر کی فرمانبردار ہو اس کی خوشنودی کا خیال رکھے اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اس کے ناپسندیدہ افراد کو اس کی غیر موجودگی میں گھر میں نہ آنے دے اس کے پیچھے مال

گھربار اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے حتیٰ کہ نفل عبادت بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نہ کرے یہ سب بیوی پاس کے شوہر کے حقوق ہیں اگر بیوی حق تلفی کی مرتکب ہو تو شوہر طلاق دینے کا حق رکھتا ہے۔

اسی طرح والدین اور اولاد کے درمیان حقوق و فرائض ہیں۔اولاد کے فرائض ہیں کہ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں۔خدمت و اطاعت کریں اپنے مال میں ان کا حصہ رکھیں بلکہ والدین تو پورے مال کے مالک ہیں اور وفات کے بعد ہمیشہ دعائے مغفرت کرتی رہے اور ان کے عزیز واقارب اور دوست و احباب کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آئیں اس طرح درجہ بدرجہ تمام رشتوں کے حقوق وفرائض متعین کر دیے گئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے فرائض تو بھول جاؤں اور حقوق کی دہائی دیتا ہوں دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے فرض ہو گا پھر ہی حق ہو گا

اب دیکھتے ہیں حقوق وفرائض کی تفصیل کیا ہے۔ہم حقوق کو کتنے حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ابھی ہم جنرل حقوق کی بات کررہے ہیں جو ایک انسان یا مسلمان کو حاصل ہیں یہاں ہمارا موضوع کسی مخصوص رشتہ کے حقوق ہیں جیسے والدین اور اولاد یا شوہر اور بیوی یا عزیز واقارب بلکہ بحیثیت انسان ایک بندے کو کیا کیا حقوق حاصل ہیں۔جان مال اور عزت کا تحفظ اوراحترام خواہ وہ دشمن مسلمان ہو یانہ ہو آپ سے واقف ہوں یا نہ ہوں ہر حال میں ہر انسان کی جان مال اور آبرو کی حفاظت دوسرے پر فرض ہے۔آپ کو ان کی جان کی حفاظت بھی کرنی ہے مال کا تحفظ بھی کرنا ہے چاہے وہ حقیر سی چیز کیوں نہ ہو اس طرح ان کا حق ہے کہ وہ بڑے ہیں تو ان کا احترام لازم ہے اور چھوٹے ہیں تو شفقت کے مستحق۔

ذرا غور کریں تو یہ صرف ایک انسان کے حقوق ہیں جو معمولی بن گئے ہیں لیکن اگر یہ حقوق انسان کو دیئے جائیں تو دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے اور وہ خوشی اور سکون کا گہوارہ بن جائے اور کسی کو بھی کسی قسم کا فکر اندیشہ اور پریشانی نہ ہو کیونکہ ہر شخص کی عزت بھی محفوظ، جان بھی محفوظ اور مال بھی محفوظ جس کو بھی محنت سے کماتا ہے جس کے بارے میں اس کو ڈر بھی نہ ہوگا کہ کوئی چھین لے گا سب اس کا احترام بھی کر رہے ہیں، جھوٹا ہے تو پیار محبت و شفقت پھیل رہی ہے ،یہ حقوق تو دنیا میں آنے والے ہر انسان کے لئے ہیں۔

اب اس سے ذرا آگے چلیں تو یہ انسان مسلمان بھی ہیں اور مسلمان کے جتنے حقوق ہیں دوسرے مسلمان پر اس میں پہلا تو یہ ہے کہ

- ✓ کوئی مسلمان سلام کرے تو اس کا جواب دو یعنی آپس میں سلامتی بھیجنے سے اگر کوئی رنجش بغض یا کینہ بھی ہے تو سلام کرنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا اور ناراضگی ختم ہو جائے گی۔
- ✓ دوسری چیز اگر بیمار ہے تو عیادت کیلئے جاؤ
- ✓ تیسرا یہ کہ اگر اس نے دعوت دیکر بلایا ہے تو اس دعوت کو قبول کرو خواہ کسی وجہ سے ہی بلایا ہو۔ دعوت کی نوعیت کچھ بھی ہو کوئی فنکشن ہو یا پھر کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہے کچھ Share کرنا چاہتا ہے کوئی خوشی ہے غمی ہے اس کا حق ہے آپ پر کہ آپ اس کے بلانے پر ضرور جائیں۔

- ✓ چوتھا اگر اسے چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا ہے تو آپ کو جواب میں یرحمک اللہ کہنا ہے یعنی تم پر اللہ کی رحمت ہو دیکھیں کتنی چھوٹی سی بات ہے لیکن آپ اس میں کوتاہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔
- ✓ پانچویں ہر صورت میں دوسرے مسلمان کی خیر خواہی چاہیں گی یعنی ایک مسلمان آپ سے کسی معاملے میں مدد مانگتا ہے مشورہ چاہتا ہے تو آپ پورے خلوص سے اس کی مدد کریں گی اس کی خیر خواہی چاہیں گی اس کا نقصان نہیں چاہیں گی۔یہ بھی نہیں کہ بظاہر اس کے فائدے کی بات کریں اور دل سے اس کا نقصان چاہیں۔یہ بات سراسر جذبہ خیرخواہی کے خلاف ہوئی اور اس کی حق تلفی کا موجب ہوگی۔
- ✓ اگر مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے اس کی آخری رسوم میں شریک ہوا جائے اور اس سلسلے میں بھی جس مدد کی ضرورت ہو وہ مدد دی جائے۔

اب ان تمام حقوق کو جو انسانوں کے ہیں اور پھر مسلمان کے ہوکر مزید بڑھ جاتے ہیں لیکر چلیں رشتہ داروں کی طرف۔رشتہ دار بھی تو پہلے انسان ہیں پھر مسلمان ہیں تو یہ دونوں حقوق جمع ہو گئے اب ہم اقرباء کے حقوق کی طرف آتے ہیں۔صلہ رحمی آج کے معاشرہ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم صلہ رحمی نہیں کرتے جس کی وجہ سے معاشرہ انتشار کا شکار ہے۔اب حدیث کہہ رہی ہے کہ آپ کو صلہ رحمی کرنا ہے اور عزیز و اقارب کے ساتھ قطع تعلق نہیں کرنا، صلہ کا مطلب ہے جوڑنا یعنی کسی بھی لحاظ سے قطع تعلق نہیں کرنا ،بہترین شخص تو وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔اور آج کا المیہ کیا ہے کہ شادی ہوئی دن نہیں گذرے کہ علیحدہ ہونے کا مطالبہ شروع ہو جاتا ہے زیادتی خواہ ساس کی طرف

سے ہو یا بہو کی طرف سے دونوں یہ ہی چاہتی ہیں کہ میری مانی جائے اور گھر میری ملکیت ہو جہاں توازن نہیں رکھا جاتا وہاں آہستہ آہستہ لڑائی جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے دلوں میں فاصلے پر ہو جاتے ہیں تعلقات میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور یہ دوریاں بڑھتے بڑھتے گھر ٹوٹ جاتے ہیں اور قطع تعلق تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور پھر کہتے بھی بڑے فخر سے ہیں کہ ہمارا ساتھ جینا مرنا ختم ہوگیایعنی تعلق ہی ختم ہوگیا۔

دوسری چیز جہاں ہم زیادتی کرتے ہیں وہ رشتہ داروں کا حق ہے، وراثت میں جو ہم ان کو نہیں دیتے ہم چاہتے ہیں کہ جتنا بھی مال و دولت اور جائیداد ہے وہ ساری میں مل جائے۔اس کیلئے ہم ہر طرح کی جائز و ناجائز کوشش کرتے ہیں عدالت تک جاپہنچتے ہیں کہ بس سارامال ہم ہی سمیٹ لیں، تو لڑائی جھگڑے کی ابتداء یہیں سے ہو جاتی ہے پھر لڑکیوں کے معاملے میں تو کوتاہی دونوں طرف سے ہوتی ہے وراثت تو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے ،زندگی میں لڑکیوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے جہیز وغیرہ کی شکل میں وہ تو تحفہ ہے وراثت نہیں ہے کہیں تو لڑکیاں خود بھائیوں کے حق میں دستبردار ہو جاتی ہیں کہ ماں باپ کے بعد میکہ بھائیوں کے دم سے ہوتا ہے اور وہاں انہیں آنا جانا بھی ہوتا ہے کہیں بھائی خود ہی نہیں دیتے اور کہیں تو ماں باپ بھی بیٹیوں پر وراثت سے دستبردار ہونے کیلئے دباؤ ڈالتے ہیں کہ جائیداد اگلے خاندان میں چلی جائے گی اور بھی کئی خاندانی مسئلے ہوتے ہیں جو وراثت کو اس طرح تقسیم نہیں ہونے دیتے جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے یہ ہمارا معاشرتی المیہ ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ وراثت تقسیم ہو جائے جیسا کہ اسلام کا قانون وراثت کہتا ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے جو رشتہ جتنا قریب ہے اس سے اس طرح حسن سلوک کرنا ہے یہ ان کا خاص حق ہے حسن سلوک کی بھی مختلف قسمیں ہیں جن کی وضاحت آگے آئے گی کہ قول وفعل سے عمل سے ہر طرح سے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔چوتھا رشتہ داروں کا جو حق سب سے زیادہ ہے وہ یہ ہے محتاجوں کی کفالت کی جائے اور محتاج کون ہوتے ہیں مثلاً کوئی یتیم بچہ ہے آپ کے سسرال میں اور ساس سسر فوت ہو چکے ہیں تو کم عمر دیور یا نند ہیں تو ہم کہتے ہیں یہ ہماری ذمہ داری نہیں کیا ہم نے اس کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔یہ ہمارا المیہ ہے اور ہم سب شریک ہیں اس میں کوئی یہ ذمہ داری اٹھانا نہیں چاہتا آخر ان کی کفالت کون کرے گا اگر باپ کے فوت ہونے کے بعد بھائی نہیں کرے گا ،بیٹا نہیں کرے گا تو آخر اس کی ذمہ داری کس پر ہو گی؟

قریب اپنے رشتہ دار ہی تو اس کے سب سے زیادہ اہل ہیں ان کم سن بچوں کا حق ہے ان پر کہ وہ ان کی کفالت کریں، اس طرح اگر کوئی لڑکی بیوہ ہو جانے کے بعد سسرال سے نکال دی جاتی ہے تو وہ میکے ہی آئے گی نا اگر میکے والے اس کو سہارا نہ دیں تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہو گا اور قرآن پاک میں تو لوٹائی لڑکی کے ساتھ حسن سلوک کی خاص طور سے تاکید کی گئی ہے۔۔۔

محتاج عربی میں ضرورت مند کو کہتے ہیں یعنی محتاج سے مراد صرف غریب فقیر نہیں ہیں بلکہ ہر وہ شخص جس کو کسی چیز میں کسی مدد کی ضرورت ہے محتاج ہے۔اب کوئی بھی رشتہ دار ہو خواہ آپ کا بھائی ہو ،بہن ہو،دیور ہو یا نند لفظ محتاج کا اطلاق ہر رشتہ پر ہو گا جو کسی

بھی لحاظ سے ضرورت مند ہو گا کیونکہ فقہ میں اصلاحاً وہ محتاجوں کی فہرست میں آ گیا ہے۔ اس اصطلاح کے وسیع مفہوم میں غریب یتیم اور مسکین و غیرہ آتے ہیں کیونکہ محتاج اور ضرورت مند ہوتے ہیں اس مفہوم کے تحت یہ اصطلاح ضرورت مند کیلئے بھی استعمال ہو رہی ہے کہ اس وقت وہ شخص بھی محتاج ہے، مستحق ہے، ضرورتمند ہے کوئی اس کی کفالت نہیں کر رہا۔ کوئی اس کا روزی کا ذریعہ ہے اور نہ اس کی اتنی استطاعت ہے کہ خود کمائے اور کھائے۔۔۔

اب یہ تین رشتے ہو گئے یعنی تین طرح سے حقوق جمع ہوگئے۔ پہلے انسان پھر مسلمان اور پھر اقرباء اب وہ رشتے جنہیں ہم سوتیلے سمجھتے ہیں وہ ہیں سسرالی رشتہ دار۔ اب یہ بات سمجھنے کی ہے کہ آپ کے سگے رشتے اور سسرالی رشتہ دار برابر کیسے ہیں؟ اس سلسلے میں قرآن کی آیت اور اس کے مفہوم کی تو وضاحت ہو چکی ہے کہ جہاں نسب اور صھر کا یا واؤ لفظ آیا ہے وہ جمع کیلئے آیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ شادی کے بعد لڑکے کے والدین اور لڑکی کے والدین محرم بن جاتے ہیں۔ سسر لڑکی کا ابدی محرم ہے اس لئے آپ نے اسے باپ کی حیثیت دی ہے اور اس سے نکاح کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے پھر آپ یہ کیوں کہتی ہیں یہ تو میرا سسر ہے باپ نہیں اور اس کی خدمت کرنا میرا فرض نہیں۔

حدیث ہے کہ احترام کے لحاظ سے دنیامیں ایک انسان کے تین باپ ہوتے ہیں ایک اپنا باپ جس نے جنم دیا۔ ایک استاد جس نے تعلیم وتربیت دی اگر چہ وہ محرم نہیں ہوتا اور تیسرا وہ جو بیٹی دیتا ہے جس سے بیوی کے مرنے کے بعد بھی نکاح جائز نہیں۔

دوسرا سب سے بڑا مسئلہ جس کی طرف ہمیں تو دینی چاہیے وہ سسرالی رشتہ داروں کا مسئلہ ہے جنہیں ہم سیکنڈ کلاس سٹیزن سمجھتے ہیں کیونکہ علم ہمیں نہیں ہوتا قرآن ہم سمجھ کر نہیں پڑھتے ترجمہ پڑھتے ہیں تو اصل مفہوم ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔اسلام نے ہمیں اپلائی کر کے بتادیا کون سے رشتے ابدی محرم ہیں لڑکی کیلئے سسر ابدی محرم ہے تو اسے باپ کا درجہ مل گیا اور لڑکے کیلئے ساس ابدی محرم ہے تو اس کو والدہ کا درجہ تو خود بخو مل گیا۔ اب ماں باپ سے انسان کو وراثت ملتی ہے تو جو بیٹے کی حیثیت سے آپ کو شوہر کو مل رہا ہے بچوں کو دادا سے جو وراثت مل رہی ہے اس سے فائدہ تو آپ کو ہی پہنچ رہا ہے پھر آپ کے والدین سے آپ کو جو وراثت ملی وہ آپ کے شوہر کے گھر میں ہی آئی نا۔مالی فائدہ تو آپ کے شوہر اور بچے ہی اٹھائیں گے نا مستقبل تو ان ہی کا بنے گا کسی دوسرے کو اس سے کچھ نہیں ملے گا جو آپ کا ہے، اس طرح جب آپ لوگ ایک دوسرے کے نسب میں شریک ہوجاتے ہیں تو مال میں بھی شریک ہو جاتے ہیں پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں مگر جہاں خدمت یا کام کی بات آتی ہے تو آپ کہتی ہیں میں کیوں کروں میرا کیا تعلق ،یہ میرا فرض تھوڑا ہی ہے۔

ان پانچوں حقوق کے ساتھ ہم آگے چلیں تو لڑکی بیاہ کر جب ساس سسر کے گھر آئی ہے تو اپنا علیحدہ گھر تو نہیں لیکر آتی چاہے وہ اوپر رہے یا نیچے یا ساتھ والے کمرے میں رہے یا علیحدہ پورشن میں ہمسائیگی میں تو وہ آگئی۔اب دونوں ہمسائے ہو گئے اور اب یہ رشتہ ہمسائیگی کی وجہ سے ڈبل ہو گیا اور ذمہ داری مزید بڑھ گئی۔ہمسایہ کے بارے میں حضرت جبرائیلؑ نے کتنی نصیحت کی ہے کہ وہ شخص مومن ہی نہیں جس کی وجہ سے اس کے ہمسائے

محفوظ نہ رہیں اور یہاں صرف ہمسائیگی نہیں ہے،رشتہ داری بھی ہے ،سسرال بھی ہے ،انسان بھی ہیں ،مسلمان بھی یعنی تمام کے تمام حقوق لاگو ہو جاتے ہیں۔اب یہاں رک کرہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم کسی جگہ پر کھڑے ہیں دین ہمیں کیاحکم دے رہا ہے اور ہماراعمل کیا ہے اپنے رشتہ داروں کو ہم کیا سمجھتے ہیں اور ان رشتہ داروں کو جنہیں ہم سیکنڈ کلاس سیٹیزن کہتے ہیں ان سے ہمارا سلوک کیا ہے؟ یعنی جو مسلمان کے حقوق ہیں رشتہ داری کے حقوق ہیں وہ سب سسرال والوں پر بھی اپلائی کرتے ہیں دودھیال اورننھیال والوں پر بھی اپلائی کرتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا ”ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے مومن بھائی کیلئے بھی پسند کرتا ہے ضرر اور نقصان سے اسے دور رکھتا ہے“ یعنی نقصان پہنچانا تو دور کی بات ہے اسے نقصان سے بچاتا ہے اس کے پیچھے اس کی نگہبانی کرتا ہے۔

ہمارا طرزعمل اس کے برعکس کیا ہے؟ ہم ہر صورت فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں خواہ اس میں کسی کا کتناہی نقصان کیوں نہ ہو جائے ہم چاہیں گے ہم اچھا کپڑا پہنیں ہزارکا اور وہ اچھانہ پہنے اسے 300 کالیکر دیں گے اس کیلئے یہی کافی ہے آخر دیا تو ہے ہم نے لیکن اسلام ہمیں کیا سکھاتا ہے یہ ہم بھول جاتے ہیں۔اس سے ذرا آگے بڑھ کر دیکھیں۔حضرت عبد اللہ بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے انماالمومنون اخوۃ قرآن پاک کہہ رہا ہے حدیث میں آرہا ہے کہ المسلم اخ المسلم نہ تو دوسرے سے ظلم وزیادتی کرتا ہے کہ ظالم بن جائے نہ دوسروں کو ظلم کرنے کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔

ایسا نہیں ہے اب جو کوئی بھی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا جو کسی کی پریشانی اور تکلیف دور کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پریشانی دور کرے گا جو مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ سب عام ہیں ہم خود بھی ظلم کرتے ہیں اور دوسرے کو ظلم سہنے کیلئے تنہا چھوڑ دیتے ہیں کبھی اس کی مدد نہیں کرتے جب کہ حدیث میں اس عمل کی فضیلت آئی ہے کہ ہم اگر اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتے ہیں اس کی حاجت روائی کرتے ہیں تو اللہ بھی قیامت کے دن ہماری حاجت روائی فرمائے گا

اور وہ ہی حدیث جیسا کہ پہلے آچکا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے "ایک مسلمان کی جان و مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے" مگر ہمارا طرز عمل کیا ہے کہ آبرو کی تو ہم کبھی پرواہ ہی نہیں کرتے ہم سمجھتے ہیں عصمت دری ہی صرف آبروریزی ہے ہم نہیں سمجھتے کہ اس کی غیبت اس کا بد ترین طریقے سے تذکرہ کرتا اس کی برائیاں پھیلانا تمسخر اڑانا بھی آبروریزی میں شمار ہوتا ہے ہر قسم کی بری بات جس سے لوگوں کی نظروں میں اس کا مقام و درجہ گر جائے اس کی بدنامی ہو آبروریزی ہی کہلائے گی۔اب رشتے داروں کے حقوق میں دیکھیں کہ والدین کے حقوق کے ساتھ عزیز واقارب کو رکھا گیا ہے زبان کے ذریعے حسن سلوک جس طرح والدین سے کیا جاتا ہے وہ ہی طریقہ اقرباء سے روا رکھا جائے

اللہ قولاً کریماً یعنی ان سے بہت پیار و محبت ،ادب و احترام سے گفتگو کی جائے کریم میں ساری صفات آجاتی ہیں اور عمل سے حسن سلوک یہ ہے کہ انہیں جس چیز جس خدمت کی ضرورت ہو ہم اپنے فعل اور عمل سے ان کیلئے کر سکتے ہیں،ضرور کریں۔ پھر مال کے

ذریعے خدمت اس طرح ہوسکتی ہے کہ جتنی آپ کی استطاعت ہے ان کی مالی ضروریات کو پورا کریں ان کے تقاضہ کرنے یامانگنے کا انتظار نہ کریں بلکہ اپنے مال میں جتنا ہو سکے ان کیلئے نکالتی رہیں ہم سب کو اپنا اپنا اندازہ ہے ہم کتنا نکال سکتے ہیں۔یہ صرف بیٹوں کا ہی فرض نہیں بیٹیوں کا بھی ہے کیونکہ وراثت میں بیٹوں کی طرح بیٹیوں کو بھی اپنے حصے کا پورا مال ملتا ہے اور جب دینے کا وقت آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ بیٹی کامال نہیں لینا یہ بھائیوں کا حصہ ہے یادیور جیٹھ کا حصہ ہے

آج کل ہمارے معاشرے میں خواتین کی سب سے بڑی بیماری باہمی تعلقات ہیں اسلامی احکام سے قطعی روگردانی کا رویہ ہے۔رسول خدا ﷺ نے فرمایا تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے چھوٹی بات ہے کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح راز دارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو نہ آپس میں حسد کرو نہ بغض و کینہ رکھو اورنہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندوا !اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو" ہم بیٹھے بٹھائے دوسرے کے بارے میں برا گمان کر لیتے ہیں خواہ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ ہو۔ہم بغض رکھتے ہیں دوسروں کے بارے میں تجسس میں گرفتار ہتے ہیں۔ہمیشہ دوسروں کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور گناہ پرگناہ کماتے ہیں۔

قطع تعلق کے بارے تو پہلے وضاحت آچکی ہے اس کے بعد تاکید ہے کہ ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اگر آپ نے ان کے ساتھ بے نیازی یا بے تعلقی برتی تو یہ ایسا ہوگا کہ جیسے آپ نے اپنے والدین سے ہے رخی برتی۔رسول

خدا ﷺ نے فرمایا "تم اپنے آباؤ اجداد سے ہرگز بے رخی نہ برتو کیونکہ والدین سے بے پروائی برتنا خدا کی ناشکری ہے"

گویا اگر آپ والدین کے عزیز و اقارب کے ساتھ بے نیازی برتتے ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ اپنے والدین کے ساتھ لاتعلقی برتتے ہیں اور آپ کا شمار ناشکرگزار بندوں میں ہوگا۔

اس کے بعد مسلمانوں کے حقوق میں ایک بات کی بھی آئی ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کی پسند و ناپسند کا خیال رکھیں پھر اقرباء کے حقوق میں تو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے لیکن ہمارا رویہ اس کے برعکس ہوتا ہے ہم کوئی کام دوسروں کی پسند کو ترجیح دیتے ہوئے نہیں کرنا چاہتے ہمیشہ اپنی پسند و ناپسند کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے ہر کام کرتے ہیں جبکہ اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی پسند و ناپسند کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے ہر کام کرتے ہیں جبکہ اسلام میں تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی پسند اور خوشی کو پیش نظر رکھیں ایسا اگر ہو تو سارے لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں۔ اگر ہم کسی کی حق تلفی کریں گے تو وہ مظلوم ہو جائے گا اور مظلوم کی آہ لینے سے روکا گیا ہے۔واضح طور پر رسول پاک ﷺ نے فرمادیا "مظلوم کی آہ سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالی سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی صاحب حسن کو اپنے حق سے محروم نہیں رکھتا"

والدین کے دوست احباب اور رشتہ داروں کا بھی ہمارے اوپر کتنا حق ہے ایک حضرت ابوداؤدؒ شدید بیمار ہوگئے کہ بچنے کی امید نہ رہی تو حضرت یوسف بن عبداللہؒ دور دراز کا سفر طے کر کے ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے حضرت ابوداؤد نے تعجب سے پوچھا تم

یہاں کہاں؟ تو انہوں نے فرمایا میں محض آپ کی عیادت کیلئے آیا ہوں کیونکہ والد بزرگوار کے آپ سے گہرے تعلقات تھے آج کل کی تو بات ہی بن گئی ہے کہ رشتہ داروں کو نہیں پوچھتے دوست اور احباب کو کون پوچھے گا یہ تو دور کی بات ہے ہم تو اسے پوچھتے ہیں جو ہمارے قریب ہو یا پھر اس سے ہمارا کوئی مفاد وابستہ ہو۔

اقربا کے حقوق کے عمل میں یہ بات بھی بے اہم ہے کہ اگر آپ کا کوئی عزیز اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی چاہے تو اس کو معذرت کو قبول کر لینا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "کسی نے اپنے مسلمان بھائی سے اپنی غلطی پر عذر کیا اور اس نے اسے معذور سمجھا اور اس کا عذر قبول نہ کیا تو اس پر اتنا گناہ ہو گا جتنا ایک ناجائز محصول وصول کرنے پر اس کے ظلم و زیادتی کا، غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے آج کل گھروں میں میاں بیوی ساس بہو یا نند بھاوج میں جھگڑا ہو جاتا ہے اور طیش میں ایک دوسرے کو بہت کچھ سنا دیتے ہیں اور بعد میں کسی فریق کو غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ معذرت کرتا ہے مگر دوسرا فریق اسے معاف کرنے میں تامل کر رہا ہے تو اس میں جھگڑے کرنے والوں میں دوری نفرت اور کینہ پروش پائے گا لیکن اگر ہم معافی اور درگزر کا رویہ اپنالیں تو نہ صرف گھر کی زندگی خوشگوار ہو گی بلکہ اللہ کے ہاں بھی درجات بلند ہوں گے۔

ایک اور بڑی خامی جو خواتین میں عام پائی جاتی ہے کہ ہم لوگ سسرال والوں کو دوسرے درجے کا شہری سمجھ کر ان سے برا سلوک کرتے ہیں اگر سسرال والے مہمان بن کر آجائیں تو ہمارا موڈ خراب ہو جاتا ہے خاطر تواضع بھی اتنی بددلی سے کی جاتی ہے ناگواری صاف ظاہر ہو جاتی ہے جبکہ اپنے گھروں والے آئیں تو ہم خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہیں

رکھتے۔ حالانکہ سسرال والے بھی بطور مہمان ہی آئے ہیں ہمیشہ کے لیے تو نہیں آگئے۔ بطور مہمان بحیثیت مسلمان اور بحیثیت رشتہ داروں کی خاطر مدارت ان کے ساتھ حسن سلوک آپ پر فرض میں لازم ہے حدیث میں ہے کہ "جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے مہمانوں کی خاطر داری کریں "حکم دیدیا گیا ہے اس سے رخصت کی گنجائش نہیں ہے۔

گھر میں موجود یتیم کی سرپرستی کا ذکر پہلے آچکا ہے گھر میں آپ کے بہن، بھائی ہوں یا سسرال میں دیور نند، سب کے ساتھ نیک سلوک کریں یہ ان کا حق ہے۔ عام مسلمانوں کے حقوق میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ہر مسلمان کا فرض ہے حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے" خدا کی نظر میں قیامت کے دن بد ترین وہ شخص ہو گا جس کی بدزبانی اور فحش کلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔ ہم بھی تو ایسے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث ہے "جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں"، یعنی مسلمان نہیں تو پھر آج ہم لوگ کس تقوی اور پرہیز گاری کا دعوی کرتے ہیں۔ پھر بھوکے کو کھانا کھلا دو۔ کتنے خوشحال لوگ ہیں اس ملک میں اگر ہر ایک اگر صرف ایک مسلمان کے پیٹ بھرنے کی ذمہ داری سنبھال لے تو بھوک افلاس تو اس ملک سے مٹ جائے۔ کھانا بھی کوئی پر تعیش نہ ہو سادہ سا کھانا ہو تو مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ایک خامی اور جو آج کل بہت بڑھ گئی ہے۔ وہ یہ کہ ہم میں غرور و تکبر بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ ہم کیوں جھلیں ہم پہل کیوں کریں ہم پہلے سلام کیوں کریں اسی قسم کی باتیں ہماری انا کا سوال ہے

حالانکہ اسلام کہتا ہے بہتر شخص وہ ہے جو پہلے سلام کرے اور سلام میں پہل کرنے کا مطلب ہے ہم نے اس پر سلامتی بھیجی اس کا بھلا چاہا ہم نے اسے بلالیا اور جس نے پہل کی وہ ہی اللہ کی نظر میں اجروثواب کا زیادہ مستحق ٹھہرا۔

اس معاشرتی بیماری کا علاج بھی رسول اکرم ﷺ نے بتایا آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں ایسی بات نہ بتادوں کہ تم آپس میں محبت کرنے لگو کہا ضرور بتایئے فرمایا آپس میں سلام پھیلاؤ یعنی سلام کروگے تو محبت ہوگی۔ہم جسے نہیں جانتے وہ بھی اگر سلام کرتا ہے تو خوشی ہوتی ہے پھر جان پہچان تعارف ہوتا ہے اور دو چار دفعہ کے سلام کے بعد دوستی ہوجاتی ہے بس معمولی سی بات ہے نہ پیسہ خرچ ہوا نہ وقت صرف ہوا صرف سلام کے ذریعے تعلقات استوار ہو گئے۔

آخر میں اختصار کے ساتھ ہم ان سارے حقوق پر جو بحیثیت انسان بحیثیت عزیز و اقارب بحیثیت سسرالی رشتہ دار اور بحیثیت ہمسایہ ہم پر فرض کیے گئے ہیں ایک نظر ڈال لیں اور ساتھ اپنا جائزہ لے لیں کہ ہم کسی حد تک ان حقوق کی ادائیگی کر رہے ہیں یہ بات تو طے ہے کہ حقوق و فرائض آپس میں لازم وملزوم ہیں یعنی حق ہے تو فرض بھی ہوگا اور فرض ہے تو حق بھی ہوگا ہم یاددہانی کے طور پر ہم ایک دفعہ پھر رشتہ داروں کے حقوق دہرالیں تاکہ عمل کیلئے ہمارے پاس کچھ پوائنٹس ہو جائیں پہلی بات تو رشتے دار آپس میں ملنا جلنا یعنی صلہ رحمی رشتہ داروں کا حق ہے

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کیلئے ان کی خوشی اور غمی میں شرکت کرنا۔صلہ رحمی ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو آپ نے بھی کیا اس نے

تحفہ دیا تو آپ نے بھی دیا وہ ملنے آیا آپ بھی ملنے چلے گئے یہ تو بدلہ ہے۔صلہ رحمی ہے کہ آپ نے مجھ سے قطع تعلق کیا مجھے محروم رکھا۔مجھ سے جھگڑا کی لیکن میں اسے ملوں اسے دوں اس سے دوستی کروں اور ہم کسی بدلے یافائدے کیلئے نہیں کر رہے بلکہ اللہ کا حکم اور اس رضا کیلئے کر رہے ہیں اور اس سے بدلہ اور جزا کے امیدوار ہیں۔اور دوسرے بیمار ہوں تو عیادت کرنا اور بیمارنہ بھی ہوں تو ملاقات کیلئے جانا عزیز واقارب کا حق ہے ہم اس میں کوتاہی کرتے ہیں، خوشی غمی کے موقع پر تو چلے جاتے ہیں ویسے وقت کی کمی کا عذر رہتا ہے اگر ہم وقتاًفوقتاً ملنے گئے نہیں تو ان کے حال و احوال سے واقفیت کیسے ہوگی۔

تیسرے یہ کہ انہیں کسی قسم کی مدد یا خدمت کی ضرورت ہے تو وہ انہیں مہیا کریں لیکن ان کے مسائل اور مشکلوں کو حل کرنے کیلئے ہمیں حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کسی بھی ذریعے سے اگر ہم مشکل کشائی اور حاجت روائی کرسکیں تو ہمیں گریز نہیں کرنا چاہیے اللہ کا حکم سمجھ کر اس کی رضا کیلئے بے غرض اور لالچ کے ان کا خیال رکھنا چاہیے ہمت و خلوص سے پیش آنا چاہیے۔ تحفہ تحائف دینا بھی ان کا حق ہے ،کسی خوشی یا تہوار پر کسی خاص موقع پر تحائف دیں حدیث ہے ماتحب وتحدد تحفے تحائف دینے سے محبت بڑھتی ہے پھر مال و جائیداد میں ان کے حصے کا خیال رکھنا اس پر پہلے آچکا ہے اس کے بعد بوقت رنجش اور ناراضگی سلام اور ملاقات میں پہل کر نا یعنی ناراضگی کولمبانہیں کھینچناچاہیے ویسے بھی تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں۔

پھر یہ اپنی خوشی اور غمی میں رشتہ داروں کو مقدم رکھنا اب ہوتا کیا ہے آج کل کہ غمی اور خوشی میں جو قریب کے ملنے جلنے والے اور ہمسائے ہوتے ہیں ان کو بلا لیتے ہیں

رشتہ داروں کو چھوڑ دیتے ہیں کہ کون بلا کر کے پورے گھر کو نہ بلائیں اپنی حیثیت کے مطابق ایک دو کو بلا لیں مگر رشتہ داروں کو مقدم رکھیں پھر یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ ان کے عقیدے اور فکر کی اصلاح تلقین کرنا بھی ہمارا فرض ہے اور اقرباء کا حق مگر ہم اس کو یہ سوچ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ہماری اس بات سے ناراض نہ ہو جائیں برا مانیں گے جھگڑا ہو گا دل برے ہو نگے اور ملنا جلنا ختم ہو جائے گا ہمیں اللہ کا حکم سمجھ کر بڑی حکمت اور خلوص کے ساتھ درست فکر اور صحیح بات ان کے سامنے رکھنی چاہیئے پر اگر آپ انفاق کر رہے ہیں، خرچ کر رہے ہیں اللہ نے آپ کو توفیق دی تو رشتے داروں کا حق اولین ہے اور جب ہم ان کی مدد کر رہے ہیں کسی بھی طرح سے تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

بیوہ یتیم اور مسکین کی بھی اسی طریقے سے مدد اور کفالت کی جائے، طلاق یافتہ اور لوٹائی ہوئی لڑکی سے بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے کہ اسے ہر طرح سے سہارا دیا جائے۔ پھر خواتین ایک جو برائی بے حد عام ہے وہ لڑائی جھگڑ الگائی بجھائی ہے چاہے وہ ساس ہو یا بہو بھاوج ہو یا دیورانی جیٹھانی بات معمولی ہوتی ہے کر لگائی بجھائی سے بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور اصل بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا۔ ایک برائی جو شادی بیاہ کے موقع پر دیکھنے میں آتی ہے وہ مخصوص گانے ہیں جس میں سسرالی رشتہ داروں کیلئے برے اور نازیبا کلمات استعمال کئے جاتے ہیں گالیاں تک دی جاتی ہیں اور اس کے اثرات دلہن کی آنے والی زندگی پر بھی پڑ سکتے ہیں ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہیئے یہ گناہ ہے۔

آخر میں ان ساری باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لب لباب یہ نکلا کہ کیونکہ سسرالی رشتہ کے لحاظ سے ہمارے ذہن میں یہ خیال رہتا ہے کہ یہ ہمارے قریبی رشتہ دار نہیں ہیں ہمارا فرض نہیں ہے ان کی خدمت کرنا ان کے بیٹے کا ان کی بیٹی کا فرض ہے تو یہاں یہ بات خاص طور پر ذہن میں بٹھانی چاہیے کہ سسرالی رشتہ دار ہمارے لئے رشتہ داروں میں قریب ترین رشتہ دار ہیں اب سسرالی رشتہ داروں خاص طور پر ساس بہو کا پیسے پامال پر جھگڑا ہوتا ہے ماں پہلے سے سارے پیسے کی مالک ہوتے ہوئے گھر کا نظام چلا رہی ہوتی ہے پھر بھی یہی خواہش کرتی ہے کہ ساری تنخواہ اس کے پاس آئے اور گھر کا نظام وہ چلائے اگر مرد دونوں میں Balance نہ رکھے اور اختیارات میں توازن نہ رہے تو جھگڑا فساد ہوتا ہے لیکن اگر دونوں طرف سے تعاون ہو تو یہ جھگڑا امن میں بدل سکتا ہے۔بیٹے کی تنخواہ پر ماں کا حق تو ہوتا ہی ہے لیکن اگر بیوی یہ سمجھے اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنے شوہر کی ساری تنخواہ پر صرف اس کا حق ہو گا تو یہ زیادتی اور حق تلفی ہے

”رسول خدا ﷺ کی خدمت میں ایک ضعیف شخص اپنے جوان بیٹے کے ساتھ حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ایک زمانہ تھا یہ کمزور اور بے بس تھا مجھ میں طاقت تھی میں مالدار اور یہ خالی ہاتھ تھا میں نے اس کو کبھی کوئی چیز لینے سے نہیں روکا آج یہ طاقتور اور تندرست ہے میں کمزور و بے بس اور خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے اور اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے ۔یہ سن کر رحمت عالم ﷺ رو پڑے اور لڑکے کا ہاتھ باپ کے ہاتھ میں دیکر فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے“

یہ حدیث ہماری بھی فطرت کو ظاہر کر رہی ہے ہم بھی تو آج اپنا مال چھپا چھپا کر رکھتے ہیں کہ ہمارے والدین یا ساس سسر کو پتہ نہ چلے کہ ہماری کتنی جائیداد اور بینک بیلنس ہے۔یہ والدین ہی ہیں جو اولاد کو انتہائی نازونعم سے پالتے ہیں بہترین تعلیم دلواتے ہیں اور اپنے تیئں تربیت بھی اچھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اولاد جب کسی مقام پر پہنچ جاتی ہے تو سب سے زیادہ نظر انداز ان ہی کو کرتی ہے یہ حدیث ہماری نفسیات کا آئینہ بھی ہے۔آج ہمارے معاشرے میں جس طرح اخلاقی، سماجی قدریں پامال ہورہی ہیں یا اس کی ایک تصویر ہے اور علاج بھی۔

پھر دیکھئے سسرالی رشتہ بہت نازک اور حساس ہوتا ہے والدین کے ساتھ آپ کتنی زیادتی کر لیں نافرمانی کر لیں۔والدین ویسے ہی رہیں گے بہن بھائی لڑائی جھگڑا کر کے ایک ہو جاتے ہیں لیکن سسرالی رشتہ داروں سے اختلاف یا جھگڑا ہو جائے تودلوں میں فرق آجاتا ہے اور وہ دور ہو جاتے ہیں قطع تعلق بھی کر لیتے ہیں۔لڑائی جھگڑے علیحدگی طلاق یہ ساری نوبتیں اسی وجہ سے آتی ہیں ناکہ وہاں حقوق وفرائض نظرانداز کئے جاتے ہیں۔سسرال میں لڑکی کی ایک ایک بات نوٹ کی جاتی ہے ،بہت سی باتوں پر نظر رکھی جاتی ہے عادات، انداز،مزاج،اخلاق،طریقہ گفتگو ہر چیز کو دیکھا جاتا ہے ایسے میں اگر لڑکی حسن سلوک درگزر اور پیار و محبت کو اپنا شعار بنا لے شوہر کی اطاعت کر کے ساس سسر کی خدمت کر کے دیورانیوں جٹھانیوں سے پیار ومحبت سے پیش آکے نندوں کو تحفے اور محبت دے کر ان کا دل جیت کر اولاد پر بھر پور توجہ دے کر ان کی تعلیم و تربیت کرے گھر کے ماحول کو پرسکون اور خوشگوار بناسکتی ہے۔رسول خدا ﷺ سے کسی نے پوچھا "کونسی بیوی بہتر ہے" آپ ﷺ

نے فرمایا "وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب وہ اس کی طرف دیکھے جب وہ اس کو حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنے اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اپنائے جو شوہر کو ناخوشی کرے" ایک حدیث میں ساری چیزیں آگئیں۔

اب یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ حقوق و فرائض کیا ہیں ہم ایک نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ حقوق و فرائض کی ادائیگی اور عدم ادائیگی سے کیا صورتحال پیش آسکتی ہے اب ہم اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو ہم کون سے طریقے کون سے اصول اپنائیں جو ہمارے گھر، ماحول، خاندان اور معاشرہ کی فضا کو خوشگوار بنائیں اور ہمارے خاندانی نظام کو بہترین نہج پر استوار کر سکیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے ،انسان غلطی کا پتلا ہے اور کوئی بشر بھی اس سے مستثنی نہیں ہے۔غلطیاں بعض اوقات جان بوجھ کر کی جاتی ہیں اور کبھی انجانے میں لاشعوری طور پر بھی سرزد ہو جاتی ہیں احساس ہونے پر شرمندگی بھی ہوتی ہے۔مجھ سے ،آپ سے ،ساس سے بہو،نند سے، بھاوج سے ،کسی سے بھی غلطی ہو جائے تو اسے در گذر کر دیں۔

بعض لوگ اپنی ایک آدھ بری عادت نہیں چھوڑ پاتے تو اس کی اچھی عادت کے بارے میں سوچیں اگر دو خامیاں ہیں تو چار خوبیاں بھی ہیں۔اگر خامیوں کو نظر انداز کر کے غلطیوں سے درگزر اپنا کر صرف خوبیوں اور اچھائیوں پر نظر رکھی جائے تو پھر دیکھیے گھر کی فضا کتنی پرسکون اور خوشگوار ہو جاتی ہے دوسرے ناراضگی کو جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دیں ناراضگی جتنی طویل ہوگی غلط فہمیاں اور دشمنیاں بڑھتی جائیں گی ہر مثبت فعل بھی منفی شمار ہو گا اور بھلائی کو بھی برائی کے خانے میں فٹ کیا جائے گا۔ناراضگی سے سوچ منفی ہو جاتی

ہے تو پھر ہر بات کے نفسیاتی طور پر غلط مطلب لیا جاتا ہے اگر دونوں فریق ٹھنڈے دماغ سے سمجھ کر بات کرلیں تو پتہ چلا ہے بات تو معمولی تھی جس کا بتنگڑ بن گیا۔

اسلام نے جھگڑے ختم کرنے کے لئے تین بنیادی بتائی ہیں کہ جس سے آپ کا اختلاف یا جھگڑا ہو جائے اس سے اسلام کرنے میں پہل کر لیں اس سے محبت پیدا ہو گی۔ مصافحہ کرلیں عربی میں صافح کہتے ہیں جس کا مطلب ہے در گذر کرنا، ہاتھ پھیلانے سے درگذر کرنے کا جذ بہ پیدا ہو گا۔معانقہ کر لیں آنقہ کے معنی ہیں گلے ملنا یعنی گلے لیں اس سے دل کی ساری کدورتیں ختم ہو جائیں گی یعنی سلام کرنے سے محبت پیدا ہو گی ہاتھ ملانے سے درگذر کیا جائے گا اوردل صاف ہو جائے گا اور گلے ملنے سے دل کے شکوے ختم ہو جائیں گی اسلام نے آسان سا اصول دیکر ان ساری چیزوں کا علاج بتا دیا اور اس سے آگے بڑھ کر مزید بتایاکہ اگر محبت میں اضافہ کرنا ہے تو تحفہ تحائف دو ۔تحفہ چاہے قیمتی ہو یا معمولی اس سے لینے والے کو جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ انتہائی قیمتی ہے اور اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر آپس کی وہ محبت ہے جو دلوں میں گھر کرلیتی ہے۔آپ میں پیار محبت بڑھانے کیلئے ہدیوں کا لین دین کتنا سادہ اصول ہے مگر کتنا بیش قیمت۔پھر ایک اور چیز اسلام ہمیں سکھارہا ہے کہ بڑوں سے ادب و احترام سے پیش آئیں اور چھوٹوں سے شفقت و محبت کا رویہ رکھیں

اس عمل سے بڑوں سے آپ انداز ہ محبت وعزت پائیں گے اور بچے تو آپ کے دیوانے ہوجائیں گے۔بزرگ آپ کی ہر چیز کو سراہیں گے اور بچے آپ کے اشاروں پر چلیں گے۔ادب و احترام اور شفقت ومحبت سے آپ کا کچھ نہیں جاتامگر آپ بہت کچھ پا لیتے ہیں

۔پھر اس کے بعد یہ کہ جہاں تک ہو سکے حق ادا کرنے والے بنیں یعنی اپنے فرائض پوری دیانتداری سے انجام دیں حق آپ کو خود بخود مل جائے گا ہم کسی کا حق نہ ماریں تو اللہ تعالی ہمارے حقوق ہمیں ضرور دے گا اس کے بعد ہے خدمت خلق صرف اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے دوسروں کی بے غرض اور بے لوث خدمت کرنا۔اگر دوسرے ہمیں اس کا بدلہ نہ دے سکیں تو اللہ تعالی کی اور کو ہماری خدمت کا مکلف کردے گا اگر آپ کسی توقع کے بغیر کسی کے کام آئیں گے تو کسی اور ذریعے سے آپ کی مدد ہو جائے گی اللہ تعالی ایسے ذرائع سے آپ کی مدد کراتا ہے جہاں سے آپ کو گمان بھی نہیں ہوتا ۔

پھر اس کے بعد یہ تعصب اور عصبیت نہ ہو یعنی اقرباء کے حقوق کی ادائیگی میں یہ بات نہ آنے پائے کہ یہ سسرال کا ہے اور یہ میکہ کا ہے یہ دور کا ہے اور وہ قریبی عزیز خاندان کے تمام افراد سے یکساں سلوک رکھیں کوئی تفرقہ نہ رکھتے ہوئے اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام دیں اصل میں تو گھر میں عورت ہی کی حکمرانی ہوتی ہے خواہ وہ ماں ہو یا ساس بہو ہو یا بھابھی یا دیورانی جٹھانی اگر عورت اپنے آپ کو سدھار لے اور اپنے تمام حقوق و فرائض ادا کرنے والی بن جائے تو ہمارا خاندان اور معاشرہ سدھر جائے۔پھر ایک خاص بات جو خواتین میں بہت ہے وہ یہ کہ اعتدال اور میانہ روی سے کام نہیں لیتیں اگر زندگی کے ہر معاملے میں ہم اعتدال اور میانہ روی کو اپنا لیں تو ہماری خانگی زندگی سنور سکتی ہے اور معاشرہ خوشحال ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد بات آتی ہے محاسبہ کی ہم سب کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کون سی عادتیں میرے اندر نہیں ہیں اور مجھے اپنانی ہیں اور کون سی عادتیں ناپسندیدہ ہیں جو مجھے ترک

کرنی ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے۔تو سب سے پہلے اخلاقی برائیوں سے اجتناب کریں جس حد تک بھی ممکن ہو ۔غرور و تکبر سے بچیں غصہ نہ کریں کہ وہ حرام ہوتا ہے اور غیبت کو تو ہم نے مشغلہ بنار کھا ہے۔بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ جھوٹ تھوڑا ہی بولا ہے سچ کہہ رہی ہوں یہ علم نہیں ہوتا کہ سچ ہے جب ہی تو غیبت ہے جھوٹ ہوتا تو بہتان ہوتا پھر برامذاق نہ کرنا طنزنہ کرنا اور حمایت بھی خواتین کی عادت ہوتی ہے جانتی ہیں کہ اپنی ہی اولاد قصور وار ہے مگر پردہ پوشی کرتے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے ہوئے اس کی بے جا طرفداری کیے جائیں گی۔ اس سے اپنے نامہ اعمال میں کتنے گناہ جمع ہوجاتے ہیں۔

دوسروں کو حقیر سمجھنا بھی بہت ناپسند یدہ عادت ہے اسی لحاظ سے فحش گری،بدزبانی کسی کی نقل اتارنا اور دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا یہ خامیاں بھی خواتین میں بہت عام ہیں جس سے بچنے کی ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے پھر ہم دھوکہ دہی کرتے ہیں اور خیانت اور بدعہدی کرنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتے۔اللہ ہم سب کو ان اخلاقی برائیوں سے محفوظ رکھے۔اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں کون سی عادات اپنانی ہیں اس کے لیے ہمیں اسود رسول ﷺ کو سامنے رکھنا چاہیے۔پہلی بات یہ کہ وقار اور سنجیدگی اختیار رکھیں ہر وقت کا ہنسی ٹھٹھہ وقاراور احترام کو کم کردیتا ہے۔سادگی کی زندگی کو ہر سطح پر رواج دیں۔ تصنع اور بناوٹ سے پرہیز کریں۔جتنا کچھ اللہ نے دیا ہے اس پر قناعت کرتے ہوئے زندگی کو خوشگوار بنائیں۔پھر اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کریں اس کا خاص طور پر عورت کو حکم دیا گیا ہے۔شکر اور صبر کی صفات اپنے اندر پیدا کریں کہ عورتیں بہت زیادہ ناشکری کرتی ہیں پھر استقامت کی بھی انتہائی کمی محسوس ہوتی ہے آج کچھ ہے کل کچھ ہے ایک بات طے کرنے

میں خود ہی اسے رد کر دیتے ہیں تو کل وقناعت ،اخلاص عمل، عفودرگز ر،محبت واحترام اور شفقت کی ساری خوبیاں ہماری شخصیت کو ایک نیک اور باعمل خاتون کا روپ دے سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ مزید اپنی زندگی کو خوشگوار رکھنے کیلئے آداب معاشرت سے آگہی ہونا چاہیے بعض غلطیاں اور کوتاہیاں لاعلمی میں سرزد ہو جاتی ہیں کیونکہ ہمیں آداب کا طریقہ اور رہن سہن کے اصولوں کا پتا نہیں ہوتا اس طرح ہمارا خاندان میں مذاق بن جاتا ہے اس لیے تمام آداب زندگی مثلاً تعلقات، رہن سہن کے آداب سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک اور خامی جو بہت عام ہے وہ غلط باتوں کی تقلید ہے۔ہم بخوبی آگاہ ہیں کہ فلاں بات یا عمل غلط ہے لیکن معاشرے کے ڈر سے لوگوں کے خوف سے روایات کے دباؤ میں آکر اپنے اسٹیٹس کی وجہ سے اپنے نفس کی تسلی کے لیے ہم غیر اسلامی رسم ورواج اور غیر مذہبی تہواروں کی تقلید کرتے ہیں یہ ہمارے کمزور ایمان کی نشانی ہے اس کے علاج تو اسلام ہمیں بتا رہا ہے کوتقویٰ اور پرہیز اختیار کریں تا کہ ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو ہر فعل کو انجام دیتے وقت دیکھ لیں کہ اس کے بارے میں قرآن کا کیا حکم ہے اور سنت کیا کہہ رہی ہے۔تو امید واثق ہے کہ یہ ساری برائیاں خود بخود چھوٹ جائیں گی۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اگر ہم ساری اچھائیاں اپنالیں اور برائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس کے سب کے نمایاں اثرات بچوں کی کردار سازی پر پڑتے ہیں اور جو ہمارا اصل اور بنیادی کام ہے یعنی بچوں کی تربیت جو خدا کی طرف سے ہمیں تفویض کی گئی ہے اگر ہم اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی کا اسوہ بنالیں گے تو ہمارے بچے ایک باعمل اور باکردار مسلمان بن کر اٹھیں گے اگر بچوں کو گھر میں مناسب ماحول اور بہترین تربیت نہیں کی گئی تو دنیائے

اسلام کے سپاہی کسی طرح بن سکیں گے ؟اور علماءاور فقہاء اور صوفیائے کرام کیسے پیدا ہو سکیں گے جو دنیا کو نیکی کا رستہ دکھاتے ہیں۔اگر ہم اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالتے ہیں تو پھر گھریلو نظام مضبوط ہو گا خاندان کی اکائی مضبوط ہو گی امن وسکون کی فضا قائم ہو گی گھر میں سکون ہو گا تو ہمسایوں اور اہل محلہ سے بھی آپ اچھا سلوک کریں گے۔تو اس طرح یہ دائرہ کار افراد سے خاندان خاندان سے محلہ محلہ سے سوسائٹی اور سوسائٹی سے امت مسلمہ تک پھیلتا چلا جاتا ہے۔

اور اگر ہم اللہ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں تو ان کے منفی اثرات کیا ہوتے ہیں اس کا بھی جائزہ لے لیں تاکہ ان کی روک تھام کی جا سکے اگر حقوق و فرائض کی ادائیگی کا اہتمام نہ ہو گھر میں ،خاندان میں اور معاشرہ ایک بے چینی اور بے سکونی کی فضا پیدا ہوتی ہے جو آگے بڑھ کر طلاق، خلع، فتنہ فساد اور قتل و غارت گری میں منتج ہوتی ہے اور اس کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ گھر خاندان اور معاشرے کے زوال کے ساتھ قوموں کا زوال بھی شروع ہو جاتا ہے آج جو ہر سو ایک بگاڑ اور فتنہ نظر آرہا ہے۔یہ ہماری کوتاہیوں، گناہوں اور بے عملیوں کا نتیجہ ہے۔آج مسلمان ہر جگہ پس رہے ہیں مارے جارہے ہیں اس لیے کہ ہم نام کے مسلمان ہیں عمل تو ہمارا ہے ہی نہیں۔پھر جب ہم اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو اس کا غضب نازل ہوتا ہے اس کا عذاب آتا ہے جو آگ ہم پر مختلف شکلوں میں آرہا ہے کہیں سیلاب کہیں زلزلے کہیں ایکسیڈنٹ اور پھر جابر اورنا اہل حکمران کا قوم پر تسلط۔ہم سوچنا چاہتے ہی نہیں ورنہ اللہ تعالی تو ہمیں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے یہ ڈاکے ،یہ قتل، خودکشیاں، زنابالجبر، رشوت خوری، ملاوٹ اور یہ کرپشن میڈیا کی بے

حیائیاں اور نئی نسل پہ اس کے اثرات لڑکیوں کا گھر سے فرار یہ سب ہمارے اپنے اعمال کی سزائیں ہیں۔

آخر میں نتیجہ کیا نکلتا ہے ہم ان ساری آفات صدموں اور مصائب سے صرف اسی صورت بچ سکتے ہیں کہ حقوق و فرائض کی ادائیگی میں اعتدال کو مدنظر رکھیں فرائض اور ذمہ داریوں کو بہ حسن وخوبی ادا کیا جائے اور حقوق سے استفادہ کیا جائے اسی طرح معاشرہ میں توازن قائم ہوسکتا ہے اور ایک خوشگوار پرسکون ماحول جنم لے سکتا ہے جس میں عورت بحیثیت ماں، بیوی، بہن ،بیٹی، بہو ،بھابھی غرض ہر روپ میں گھر اور معاشرے کو خوشگوار اور پرسکون رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔وہ جس حیثیت میں بھی معاشرے اور گھر میں اس کا جو بھی مقام ہے اگر وہ اپنی اصلاح کرے اپنے بچوں کی اصلاح کرے اپنے خاندان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے اور اپنے تمام حقوق و فرائض دیانت داری کے ساتھ ادا کرے تو ہم یقین سے کہہ سکتے کہ ہم ایک بار پھر سے اس معاشرے میں لوٹ جائیں گے جو رسول اللہ ﷺ کے دور کا معاشرہ تھا۔زمانہ جاہلیت میں تمام برائیاں اس میں موجود تھیں مگر جب رسول اللہ ﷺ آئے اسلام نافذ ہوا تو وہ ہی معاشرہ ایک مثالی معاشرے کے روپ میں ڈھل گیا۔